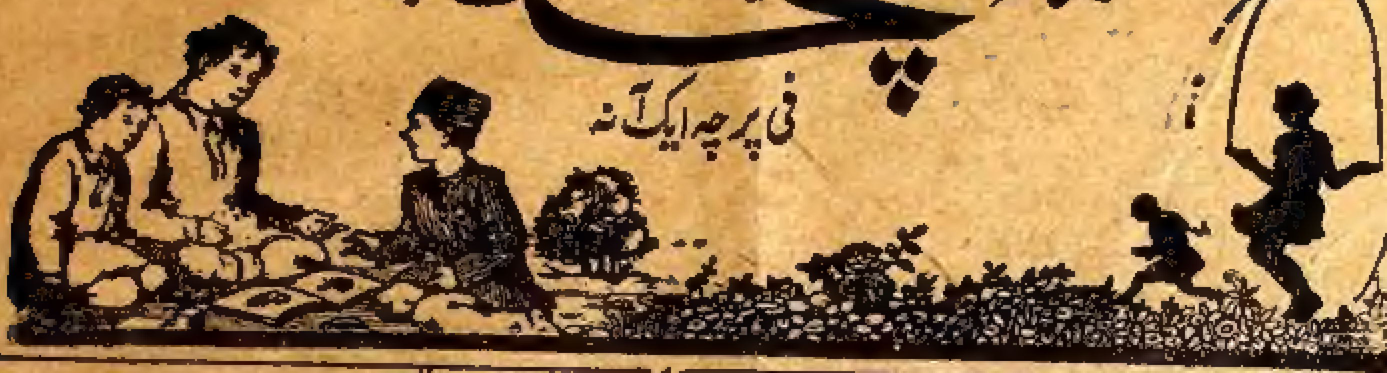

رسالہ
غنچہ
بجنور
یوپی
قیمت
سالانہ ممالک غیر سے
چار روپے آٹھ آنے
قیمت
سالانہ تین روپے
ششماہی
فی پرچہ
پروپرائٹر محمد مجید حسن بجنور۔ یوپی (انڈیا)

رسالہ **غنچے** ہفتہ وار بجنور

فی پرچہ ایک آنہ



ایڈیٹر۔ شبیر بیگ (بریلوی)

نمبر ۳۲	بجنور یوم چہارشنبہ یکم ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ	جلد ۲۲

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زبیرؓ کے والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا۔ آپؓ آنحضرت کے پھوپی زاد بھائی اور حضرت ابوبکرؓ کے داماد تھے۔ سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے جب کافروں نے بہت تکلیفیں دیں تو حبش چلے گئے۔ لیکن رسول خدا کی علیحدگی گوارا نہ کر سکے اور مکہ واپس آ گئے۔ اسی زمانے میں آنحضرت صلعم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو آپؓ بھی ساتھ گئے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بہادر تھے۔ جس زمانے میں آپؓ نے اسلام قبول کیا۔ اسی زمانے میں یہ خبر اڑی کہ رسول اکرم صلعم کو کافروں نے گرفتار... کر لیا۔ آپؓ نے جیسے ہی یہ سنا اسی وقت ننگی تلوار لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے جو یہ حالت دیکھی تو کہا "زبیر! خیر تو ہے"؟ آپؓ نے تمام واقعہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے اور آپؓ کی تلوار کے لئے دعا کی۔

"جنگ خیبر میں جب یہودیوں کا سردار مرحب" قتل ہوا تو اس کا چھوٹا بھائی میدان میں اپنے بھائی کا بدلہ لینے آیا اور کہا "کوئی ہے جو میدان میں آئے اور میں اس سے اپنے بھائی کا بدلہ لوں"۔ یہ سنتے ہی حضرت زبیرؓ تلوار لے کر آگے بڑھے اور ایک ہی وار میں مرحب کے بھائی کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

"جنگ حنین میں یہودی چھپ چھپ کر مسلمانوں کی تیاری کو دیکھتے تھے۔ ایک دن حضرت زبیرؓ کا گذر اس جگہ سے ہوا جہاں سے یہودی مسلمانوں کی تیاری دیکھتے تھے۔ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا "دیکھ۔ یہ جو شخص جا رہا ہے یہ ہی زبیرؓ ہے"۔ اور یہ سنتے ہی دس یا پندرہ آدمی حضرت زبیرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن حضرت زبیرؓ بالکل نہ گھبرائے

اور جی توڑ کر مقابلہ کیا اور سب مردودوں کو دوزخ میں پہنچا دیا۔

جس زمانے میں آپؓ حجاز کے سفر کے ارادے سے مکّہ سے بہت دور نکل گئے تھے تو ایک سپاہی جس کا نام عمرو بن جرموز تھا۔ آپؓ کے پیچھے ہو لیا راستے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؓ نے نماز کے لئے نیت باندھ لی اور جیسے ہی آپؓ سجدہ میں گئے عمرو بن جرموز نے آپؓ کی گردن پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ آپؓ کا سر مبارک آپؓ کے تن سے جدا ہو کر خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ اور چونسٹھ برس کی عمر میں جمعرات کے دن ۱۰ رجمادالاول ۳۶ھ کو آپؓ نے اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ابن جرموز آپؓ کی تلوار اور زرہ لے کر حضرت علی مرتضیٰ کے پاس آیا اور بڑی شیخی کے ساتھ اپنی یہ حرکت سنائی۔ امیرالمومنینؓ نے جب یہ واقعہ سنا تو اپنا سر پیٹ لیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار پر بڑی حسرت سے نظر ڈال کر فرمایا "آہ! اس تلوار نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے مصیبتوں کے بادل چھانٹ کر رکھ دیئے" اور پھر غصہ سے فرمایا "اے! ابن صفیہؓ کے قاتل! جا تجھ کہ جہنم تیری راہ تک رہا ہے"

حضرت زبیرؓ بن عوام نے اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے۔ خاندان "زبیری" آپؓ کے بیٹوں کی ہی نشانی ہے۔

حضرت زبیرؓ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ آپؓ بہت امیر تھے لیکن پھر بھی سادگی سے رہتے سہتے تھے بیوی بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو خاص طور پر چاہتے تھے۔ جنگ یرموک میں بھی عبداللہ کو ساتھ لے گئے تھے۔ اس وقت عبداللہ کی عمر دس سال تھی۔

فرض

(از شیخ غلام حسین اسلامیہ ہائی اسکول ملتان۔ پنجاب)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈیوک آف ولنگٹن شکار کی خاطر محل سے نکلے۔ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار تھے دیکھتے ہی دیکھتے آبادی سے بہت دور نکل گئے کچھ دیر میں پھرتے پھراتے وہ ایک ایسی جگہ پہنچے، جہاں سڑک بند ہوتی تھی۔ اور آگے جانے کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ وہیں ایک ننھا منا خوبصورت لڑکا سڑک کا دروازہ بند کر کے پہرہ دے رہا تھا۔ ڈیوک نے بچے کو دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ بچہ یہ سنتے ہی نہایت متانت سے بولا۔ "ابا جان کا حکم ہے۔ کہ اس دروازے سے پرے سرسبز کھیتوں میں سے گذر کر شکار کھیلنے والوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اور کسی کو اس دروازے سے ہرگز گذرنے نہ دینا۔ اب یہ مجھ سے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اپنے ابا کی حکم عدولی کروں۔ اور اپنے فرائض

میں کوتاہی کام لوں۔"

ڈیوک کڑک کر بولا "جانتے ہو میں کون ہوں اور کس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں ــــ میں ڈیوک آف ولنگٹن ہوں ــــ سمجھے ــ"

لڑکا بولا "جناب! آپ کا فرمان درست۔ مگر ڈیوک ایسا عقلمند انسان مجھے باپ کا حکم نہ ماننے کی کیونکر تلقین کریگا۔ اور وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ کہ ایک انگریز ہونے کی حیثیت سے میں اپنے فرائض پورا نہ اتردوں۔" یہ کہکر بچے نے ڈیوک کے آگے ادب سے اپنا سر اجھکا دیا۔ مگر دروازے سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹایا۔ اور وہیں سپاہی کی طرح ڈٹ کر کھڑا رہا۔

ڈیوک کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر خوشی سے ہنس دیا اور اپنا ہیٹ اتار کر محبت آمیز لہجے میں بچے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "شاباش! تم امتحان میں پورے اترے۔ مبارک ہیں وطن کے لئے ایسے بچے جو ماں باپ کے فرمانبردار ہیں۔ اور اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ کل قوم اور وطن انھیں بچوں پر ناز کرے گی۔ اور سچ پوچھو تو میں ایسے ہونہار بچوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔ خدا تمھارا حامی اور ناصر ہو اور وہ تمھیں بڑے انعامات سے نوازا کرے۔"

بچے نے حوصلہ افزائی کا صدق دل سے شکریہ ادا کیا۔ تسلیم بجالایا۔ اور خاموش ہوگیا۔

دولت عقل اور خوش نصیبی

(از۔ محمد انعام الحق)

کہتے ہیں۔ کہ دنیا کی تین بڑی نعمتیں خوبصورت تتلیاں بن کر سکندر اعظم کے پاس آئیں۔ پہلی تتلی حسن وخوبی کے لباس میں ایسے خوشنما انداز سے آئی۔ کہ سکندر کے دل کو لبھا لیا۔ اور عقل کو چکرا دیا۔ سکندر نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تتلی نے کہا میں "دولت" ہوں۔ سکندر بولا اگر تو ہرجائی نہ ہوتی تو اچھی تھی۔

پھر دوسری تتلی بزرگی اور وقار کے لباس میں آہستہ آہستہ آئی۔ سکندر نے اس کو بھی اپنے پاس بٹھالیا اور پوچھا۔ تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں "عقل" ہوں سکندر نے کہا اگر تو بعض جگہ بیکار نہ ہوجاتی۔ تو البتہ خوب تھی۔

پھر تیسری تتلی آئی اس کے گرد کچھ عورتیں گاتی بجاتی۔ خوشیاں مناتی آرہی تھیں۔ اس کے حسن وجمال سے آرزوؤں کے چہرے چمک گئے۔ اور اس کے آنے کی برکت سے دولت واقبال کے ستارے دمک اُٹھے۔ سکندر اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیکر پوچھا۔ اے روشن جمال! تو کون ہے؟

تتلی نے جواب دیا۔ میں "خوش نصیبی" ہوں۔ سکندر نے کہا۔ بیشک میرا دل بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ

تو خدا کا فضل ہے، اور خلقت کی آزمایش کی ترازو۔ حیف ہے اس پر جس نے تیرے آنے کے حقوق کو نہ جانا اور آفریں ہے اس پر جس نے تیرے آنے کے حقوق کو جانا۔ پھر سکندر نے اس سے اقرار کرایا۔ کہ تو میرے مددگاروں میں رہیو اور میں بھی تیری پوری قدر کروں گا۔

اس دن سے سکندر ہمیشہ امن و امان میں رہا۔ اور روز بروز ترقی کے زینے پر چڑھتا گیا۔ خوش نصیبی نے کبھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔

گمشدہ اونٹ

(از عبدالسلام درجہ ہشتم دربار ہائی اسکول جودھپور)

ایک درویش اکیلا جنگل میں سفر کر رہا تھا اور قدم قدم پر نماز پڑھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسے چند سوداگر ملے۔ انھوں نے درویش کو آواز دی اور کہا "حضور! ہمارا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے۔" درویش نے کہا "کیا وہ اونٹ کانا تھا اور لنگڑا بھی تھا؟" سوداگر نے جواب دیا۔ "جی ہاں!" درویش نے پوچھا "کیا اس کا ایک دانت غائب تھا؟" سوداگروں نے جواب دیا۔ "جی ہاں۔" درویش نے کہا۔ "کیا اونٹ کے ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف شہد لدا ہوا تھا؟" سوداگروں نے خوش ہو کر جواب دیا۔ "جی ہاں۔ وہی ہمارا اونٹ تھا۔ بتایئے! وہ کہاں ہے؟"

درویش نے کہا۔ "اچھا! میں نے تمھارا اونٹ نہیں دیکھا۔" سوداگروں کو غصہ آگیا۔ اور انھیں شبہ ہوا کہ درویش نے اونٹ سے جواہرات اور سونا لے لیا ہے، یا اونٹ کو کسی دوسری جگہ بھیج دیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے اتنی نشانیاں بتا دیں۔ اس لئے اسے ضرور معلوم ہے کہ اونٹ کہاں ہے۔ انھوں نے درویش کو پکڑ لیا اور پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے۔

حاکم نے سوداگروں سے سب کہانی سنی۔ اس نے درویش کو سزا دینے سے پہلے چند سوالات کئے۔ اور درویش سے پوچھا "تمھیں کس طرح معلوم کہ اونٹ کانا تھا؟" درویش نے جواب دیا "حضور! میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اونٹ کی داہنی آنکھ نہیں تھی۔ کیونکہ میں نے سڑک پر دیکھا کہ داہنی طرف کے درخت بالکل صحیح سلامت تھے۔ لیکن بائیں طرف کے درخت کھائے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اونٹ کی داہنی آنکھ نہیں ہے۔"

حاکم نے کہا "تمھیں کس طرح معلوم ہے کہ اونٹ داہنے پیر سے لنگڑا تھا؟"

درویش نے کہا "حضور! میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اونٹ داہنے پیر سے لنگڑا تھا۔ کیونکہ میں نے سڑک پر پیروں کے نشان دیکھے تھے۔ بائیں پیروں کے نشان بالکل ٹھیک تھے۔ لیکن داہنے پیر کا نشان بالکل ہلکا تھا۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اونٹ داہنے پیر

سے لنگڑا تھا؟"

حاکم نے کہا "تمہیں کس طرح معلوم ہے کہ اونٹ کا دانت غائب تھا؟"

درویش نے کہا "حضور! مجھے یقین ہے کہ اونٹ کا دانت غائب تھا۔ کیونکہ جہاں جہاں اونٹ نے چرا تھا وہاں بالکل درمیان میں ایک پتہ بالکل صحیح سلامت تھا۔ اس لئے مجھے یقین ہوا کہ اونٹ کا ایک دانت غائب ہے۔"

سوداگروں نے کہا "اچھا ہمیں یہ بتاؤ کہ اونٹ پر جو بوجھ لدا ہوا تھا وہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟"

درویش نے جواب دیا کہ "حضور! سڑک کے ایک طرف چیونٹیاں اپنے کام میں مشغول تھیں اور دوسری طرف مکھیاں اپنا کام کر رہی تھیں۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ جس طرف چیونٹیاں تھیں۔ اس طرف گیہوں لدا ہوا ہوگا۔ اور جس طرف مکھیاں تھیں۔ اس طرف شہد لدا ہوا تھا۔" درویش نے ذرا رکتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اس اونٹ کے آس پاس کسی آدمی کے قدموں کے نشان نہ تھے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اونٹ چوری نہیں ہوا ہے بلکہ راستہ بھول گیا ہے۔ آپ جا کر تلاش کریں۔ اونٹ آپ کو ضرور مل جائے گا۔

چنانچہ درویش کو چھوڑ دیا گیا۔ اور حاکم نے سوداگروں سے کہا کہ جا کر اپنا اونٹ ڈھونڈھو۔ چنانچہ سوداگروں کو تھوڑی دور آگے جا کر ان کا کھویا ہوا اونٹ مل گیا۔ جس پر ہیرے، جواہرات بھی بالکل محفوظ تھے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

جنگ کے ڈھنگ

(از سری رام صاحب سیٹھی۔ ہنڈی کیمپ)

"گیس ماسک"

(۲)

شاد:۔ ہاں ابا جان، بتایئے گیس ماسک کیسے ہوتے ہیں؟۔

باپ:۔ بیٹا! ان نقابوں کو چہرے پر ڈال لینے سے کوئی گیس اثر نہیں کر سکتی۔

شاد:۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ "رُلانے والی گیس" نقابوں سے گذر جاتی ہے۔

باپ:۔ وہ میں نے عام قسم کے نقابوں کا ذکر کیا تھا۔ خاص قسم کے گیس ماسک جن کو "ہارڈ گیس ماسک" کہتے ہیں۔ ان پر کوئی گیس بھی کارگر نہیں ہوتی۔

شاد:۔ اگر انسان گیس ماسک کے استعمال سے کوئی گیس نہیں سونگھ سکتا تو ہوا کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

باپ:۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ان میں ایک خاص قسم کا آلہ لگا دیا گیا ہے۔

شاد:۔ وہ آلہ کیسا ہوتا ہے؟

باپ:۔ یوں سمجھ لو کہ سپاہی آکسیجن گیس کے دو چھوٹے چھوٹے ڈبے ایک پیٹی کی مدد سے کمر سے باندھ

لیتا ہے۔۔۔ ان ڈبوں میں ایک باریک سی نلکی ہوتی ہے جو سیدھی ناک تک پہنچتی ہے۔ جب "سانس" لی جاتی ہے تو اس نلکی سے لی جاتی ہے اور ڈبوں کی ہوا نتھنوں میں پہنچ جاتی ہے۔

شاد:- ہوا باہر کیسے نکلتی ہے؟

باپ:- اس نلکی میں ہوا کی چھوٹی چھوٹی چھلنیاں ہوتی ہیں جن کو انگریزی میں "ایر فلٹر" کہتے ہیں۔ ان میں یہ خوبی ہے کہ اندر کی گندی استعمال شدہ ہوا تو باہر چلی جاتی ہے۔ لیکن باہر کی زہریلی ہوا اندر نہیں آسکتی

شاد:- دیکھنے کا کیا انتظام ہوتا ہے؟

باپ:- دیکھنے کے لئے اس میں عینک کی طرح دو شیشے لگے ہوتے ہیں۔ جو دوربین اور خوردبین دونوں کا کام دیتے ہیں۔ ان سے دور و نزدیک کی ہر ایک چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ ان میں ایک اور چیز لگی ہوتی ہے جس سے اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔

شاد:- (ہنس کر) بلی کی طرح۔

باپ:- شروع شروع میں یہ گیس ماسک فوجیوں کو ٹریننگ دینے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے لیکن اب اس جنگ میں عام لوگوں کو بھی اسکی ٹریننگ دی جارہی ہے۔ تاکہ خطرے کے وقت ہر شخص ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ مگر یہ سب کچھ انگلستان میں اس کے دشمن ملکوں میں ہو رہا ہے ہندوستان میں سرکار نے اس کا انتظام نہیں کیا ہے۔

شاد:- اور یہ تیار کہاں ہوتے ہیں۔

باپ:- پہلے پہل یہ صرف امریکہ اور یورپ میں ہی تیار ہوتے تھے۔ مگر گذشتہ دنوں ہندوستان میں بھی اس اسکیم کو پیش کیا گیا اور اب یہاں بھی بننے لگے ہیں۔

دُور مار توپ

شاد:- ابا جان! ریڈیو پر دور مار توپ کا ذکر آیا کرتا ہے یہ دُور مار توپ کیسی ہوتی ہے؟

باپ:- وہ توپیں جو دور تک مار کر سکتی ہیں۔ ان کو دُور مار توپیں کہتے ہیں۔ یہ تقریباً پچاس سے ایک سو نوے میل تک دشمن پر حملہ کر سکتی ہیں۔ یہ بہت بھاری اور خوفناک ہوتی ہیں۔ گذشتہ جنگ میں یہ پہلے پہل پیرس کو نشانہ بنانے کے لئے استعمال کی گئی تھیں اور انھیں جرمنوں نے استعمال کیا تھا۔

شاد:- پیرس کو؟

باپ:- پیرس فرانس کا مشہور ترین شہر ہے۔ اور دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت فرانس برطانیہ کا ساتھی تھا اس لئے جرمنی اس کا بھی خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے ایسی توپوں سے کام لینا شروع کیا تھا۔

شاد:۔ اس کا گولہ بھی بہت بڑا ہوتا ہوگا؟

باپ:۔ اس میں پڑنے والا گولہ بہت بھاری ہوتا ہے جرمنوں نے جو گولے استعمال کئے تھے ان کا وزن ۲½ من کے قریب ہوتا تھا۔ لمبائی دس فٹ اور چوڑائی سات فٹ تھی۔ اس گولے کی رفتار پچاس میل فی منٹ ہوتی تھی اور یہ دو ہی منٹ میں ایک سو میل کے فاصلے پر جا گرتا تھا یوں سمجھو کہ پیرس پر پچھتر میل کے فاصلے سے ڈیڑھ منٹ میں گولہ باری ہو سکتی تھی۔ اس میں صرف ایک خامی تھی۔

شاد:۔ کونسی ابا جان؟

باپ:۔ یہ کہ یہ توپ زیادہ سے زیادہ ایک سو گولے پھینک کر بیکار ہو جاتی تھی۔ اس وقت جرمنی نے ایسی دس توپیں بنائی تھیں اس کے بعد برطانیہ نے بھی بہت جلد اسی قسم کی سات توپیں تیار کر لی تھیں۔

شاد:۔ جرمنی نے ان سے کیسے حملہ کیا تھا؟

باپ:۔ یہ توپ ایک کھلے میدان میں کھڑی کر دی گئی تھی اور وہیں سے حملہ کرتی تھی۔ لوگ حیران ہو جاتے تھے کہ یا خدا یہ گولے کدھر سے آ رہے ہیں۔ آخر جب برطانیہ اور فرانس نے بھی یہ توپیں ایجاد کر لیں تو انھیں اپنے مقصد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

شاد:۔ کیا موجودہ جنگ کی توپوں میں بھی وہی کمی ہے؟

باپ:۔ نہیں۔ آجکل وہ توپیں بڑی ترقی کر گئی ہیں گذشتہ زمانہ میں توپ زیادہ سے زیادہ نوّے میل تک جاتی تھی۔ لیکن آج کل جیسا کہ میں تم کو بتا چکا ہوں یہ ایک سو نوّے میل تک مار کر سکتی ہیں۔ یہ توپیں زیادہ وزنی اور خوفناک بھی نہیں ہیں جتنی کہ گذشتہ جنگ میں تھیں۔ ان میں سے کئی توپیں بیس بیس تیس تیس فٹ دہانے والی ہوتی ہیں۔ اور بڑے وزنی گولے پھینک سکتی ہیں

شاد:۔ تب تو ان توپوں اور موجودہ توپوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

باپ:۔ برطانیہ کی سب سے بڑی دور مار توپ پندرہ ٹن وزنی ہے۔ اس میں اٹھارہ فٹ لمبا گولہ استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ ایسے بارہ گولے ایک سیکنڈ میں پھینک سکتی ہے۔ یعنی ایک منٹ میں سات سو بیس گولے نکلتے ہیں۔ یہ توپ جنگ کے شروع سے اب تک خوب اچھی طرح کام کر رہی ہے۔

ایسی ایک توپ پر ۵،۹۰۰۰۰ پونڈ خرچ آتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

ایک جان کے بدلے کئی جانیں

(محمد شریف اسلامیہ ہائی اسکول امرت سر)

ایک کُتّا جو بہت بوڑھا، آنکھوں سے اندھا، پاؤں سے لنگڑا اور بالکل اپاہج ہو گیا تھا، بھوکا پیاسا جنگل کی طرف نکل گیا وہاں اسے ایک چڑیا ملی۔ اس نے اس کو کہا بہن! تو میری دینی بہن اور میں تیرا بھائی کسی طرح مجھے بھوک پیاس کے عذاب سے چھڑا، چڑیا بولی۔ "اچھا! تو آج سے میرا دینی بھائی چل تجھے کہیں سے کھانا کھلادوں" چلتے چلتے دونوں ایک قصائی کی دوکان پر پہنچے۔ چڑیا نے بہت سے ٹکڑے گوشت کے نوچ کر کتے کے آگے پھینک دیئے اور اس نے کھالئے۔ پھر ایک نان بائی کی دوکان پر پہنچے چڑیا نے وہاں سے بھی ایک روٹی پھینک دی، اور کتے نے کھالی جب اس طرح کتے کا پیٹ بھر گیا تو وہ ایک تالاب سے پانی پی کر سڑک پر لیٹ گیا اور کہا بہن ذرا میں سو رہوں" کتا تو سو گیا اور چڑیا ایک جھاڑی کے سائے میں ہو بیٹھی۔ ادھر سے ایک تیل والا تیل کے پیپے چھکڑے پر لادے آرہا تھا چھکڑے میں تین گھوڑے جتے ہوتے تھے، اور بے رحم گاڑی بان ان پر ہنٹر پر ہنٹر چلا رہا تھا چڑیا نے جو کتے کو سڑک کے بیچ میں غفلت کی نیند سوتے اور چھکڑے کو اس طرح دوڑتے دیکھا تو اس نے چلاکر کہنا شروع کیا "اے گاڑی والے! گاڑی روک! ورنہ میرا بھائی گاڑی کے نیچے آجائیگا" گاڑی والے نے ایک نہ سنی اور بولا "واہ ری! ذرا سی تو چڑیا ہے اور کہتی ہے کہ گاڑی روک بھلا میں تیرے بھائی کے لئے گاڑی روک کر اپنے کام کا حرج کیوں کروں" اس نے ہنٹر اور جمادیئے گھوڑے بیچارے مار کھاکر اور تیز دوڑنے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں اپاہج کتے پر پہیہ اتر گیا اور وہ مر گیا

چڑیا نے اڑکر گاڑی کا پیچھا کیا اور بولی "چل موئے! کہاں جاتا ہے جبتک ایک خون کے بدلے چار پانچ خون نہ کرلوں گی میرے دل کو قرار نہیں آئیگا۔ گاڑی والے نے ہنسکر کہا، اچھا، دیکھوں تو کیا کرے گی" یہ کہہ اس نے گاڑی کو اور تیز بھگانا شروع کردیا چڑیا پیپوں پر بیٹھ گئی اور اپنے پنجوں اور چونچ سے کئی پیپوں کے کاگ نکالدیئے جس سے سارا تیل بہ گیا جب گاڑی بان نے مڑکر دیکھا تو کئی پیپے خالی ہو چکے تھے وہ چلاتا ہوا دوڑا ہائے میں لٹ گیا ارے میرا تیل کیونکر بہ گیا چڑیا نے جواب دیا "موئے ابھی کیا لٹا ہے۔ ابھی تو اور لٹیگا۔ تو نے میرے بھائی کی جان لی ہے میں تو تیری جان لوں گی"۔ گاڑی والے نے گاڑی روک کر رہے سہے پیپوں کو درست کرنا چاہا چڑیا اڑکر ایک گھوڑے کی طرف گئی اور اسکی دونوں آنکھیں پنجوں سے نکالدیں۔ گاڑیبان نے دوڑکر تیر مارا کہ چڑیا مرجائے چڑیا تو پھر سے اڑگئی مگر تیر گھوڑے کے لگا جو اسی وقت گرکر مرگیا۔ وہ چلانے لگا "ہائے میرا نقصان ہوگیا ہائے میں لٹ گیا چڑیا نے کہا "موئے ابھی کیا لٹا ہے ذرا آگے آگے دیکھ" اب وہ پھر پیپوں پر آبیٹھی اور باقی پیپوں کے بھی کاگ نکالکر تیل بہادیا۔ گاڑیبان دوڑتا ہوا ادھر آیا تو چڑیا اڑکر دوسرے گھوڑے کی آنکھیں نکالنے لگی۔ اس نے یہ دیکھکر پھر غصے سے تیر مارا، چڑیا پھر بچ گئی اور دوسرا گھوڑا بھی مرگیا اسی طرح تیسرا بھی کام آیا۔ الغرض گاڑیبان خالی ہاتھ گھر پہنچا اور اپنا سب ماجرا بیوی سے کہا اتنے میں

چڑیا چلی گئی بولی "ابھی کیا برباد ہوا ہے جاکے اپنا اناج تو دیکھ" دونوں میاں بیوی دوڑے ہوئے گئے تو دیکھا کہ سینکڑوں چڑیاں تمام اناج کھا گئیں۔ دونوں مکان کے اندر جا کر رونے بیٹھے تھے چڑیا پھر پہنچی اور بولی موئے! ابھی کیا ہوا ہے میں تو تیری جان ہی لیکر چھوڑونگی۔ گاڑیبان یہ سنکر مارے غصے کے اندھا ہو گیا اور ایک بڑا سا لٹھ لیکر چڑیا کو مارنے کے لئے دوڑا چڑیا اڑ کر دیوار پر جا بیٹھی اس نے لٹھ دیوار پر مارا وہ دیوار گر پڑی [illegible] غصے کے جنون میں اس نے لٹھ چلایا تو بیوی وہیں ٹھنڈی ہو گئی میاں نے جب دیکھا کہ بیوی...

[illegible]

جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

(شیخ محمد یونس حبیب دہلوی)

اُٹھو ہند والو۔ اُٹھو ہند والو
جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

تھا وحشت کا دنیا پہ جب ابر چھایا   عروج ایسا ہندوستاں نے تھا پایا
کہ علم و ادب اس نے سب کو سکھایا   ہر اک ملک سے تھا بلند اس کا پایا
مگر آج تم اپنی حالت سنبھالو
جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

وہی نہریں ہیں وطن بھی وہی ہے   وہی بلبلیں ہیں چمن بھی وہی ہے
مگر قوم پستی میں کیوں جا رہی ہے   جہالت یہ کیوں ہر طرف چھا رہی ہے
گلو سے یہ طوقِ جہالت نکالو
جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

جو اس کے لئے مشکلیں کچھ سہے گا   سدا نام دنیا میں اس کا رہے گا
ہر اک عزت و قدر اس کی کرے گا   نہ دکھ پھر کوئی اس کو سہنا پڑے گا
جو مشکل پڑے دوستو وہ سنبھالو
جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

کرو علم حاصل جو چاہو بڑائی   اسی سے زمانہ نے معراج پائی
ہر اک سو اسی کی ہے یونس خدائی   اسی کے لئے سب نے کلفت اٹھائی
یہ موقعہ ہے زریں پڑھو اور پڑھا لو
جہالت کو ہندوستاں سے نکالو

کشیدہ کاری



تکیہ کا خوشنما کونہ



میز پوش ورومال کا کونہ

(سید سلطان محی الدین درجہ ہشتم بنگن پلی اسٹیٹ)

مسکراہٹ

ایک دفعہ ایک فوجی سپاہی کے پاس اس کے گھر سے ایک خط آیا چونکہ سپاہی پڑھنا لکھنا نہیں جانتا تھا اس لئے وہ خط پڑھوانے کے لئے ایک منشی کے پاس گیا، جب منشی خط پڑھنے لگا تو سپاہی نے اس کے دونوں کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس دیں منشی نے حیران ہو کر پوچھا، یہ کیا کر رہے ہو؟ سپاہی نے جواب دیا یہ خط میرے گھر سے آیا ہے، اس میں اچھا برا سب حال ہوگا، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم جو کچھ پڑھو اسے سُن نہ سکو۔ (محمد محمود حسن آنا پور بھاگلپور)

ایک خاں صاحب کے مکان میں چور گھس گیا خاں صاحب مکان میں موجود نہ تھے، چور کو سوائے کھانے پکانے کے برتنوں کے کچھ نہ ملا مجبوراً انہی کو لے کر چلتا بنا، راستہ میں خاں صاحب مل گئے، انھوں نے کہا، ہائیں تم میرے برتن کہاں لئے جا رہے ہو؟

چور نے جواب دیا، قلعی کرنے کے لئے جا رہا ہوں، بہت خراب ہو گئے ہیں۔

خاں صاحب بولے، بھئی ہمیں قلعی کی ضرورت نہیں ہے برتن واپس دیدو۔

(محمد عبدالرشید متعلم درجہ ہشتم
مومن آباد دکن)

معلومات

بادشاہ عور نے عور سے چار میل کے فاصلہ پر فلسطین میں ایک عمارت طل العبید بنائی تھی جو آجتک قائم ہے اس بادشاہ نے حضرت عیسٰی سے چار ہزار سال قبل حکومت کی تھی۔ اس حساب سے یہ عمارت تقریباً چھ ہزار سال کی قدیم ہے۔ اس بادشاہ کا نام وغیرہ مسٹر وو لے نے جو برطانی عجائب خانہ کی طرف سے فلسطین میں زمین کھود کر آثار قدیمہ برآمد کر رہے تھے، ان سکوں سے معلوم کیا تھا جو وہاں ملے تھے۔

یورپ کے ممالک میں ٹیلی فون کی کسقدر کثرت ہے اس کا اندازہ حسب ذیل اعداد سے ہوگا۔

فی ہزار آدمیوں کیلئے	امریکہ میں	۳۷	ٹیلیفون
"	کنیڈا میں	۲۲۰	"
"	ڈنمارک میں	۱۰	"
"	سویڈن میں	۹۰	"
"	ناروے میں	۸۵	"
"	جرمنی میں	۴۷	"
"	برطانیہ میں	۵۵	"
"	فرانس میں	۲۵	"
"	قاہرہ شہر میں	۴۰	"
"	ملک مصر میں	۱۰	"

(سعید پریس بجنور میں باہتمام محمد حمید حسن پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا)